Lesson 1: Ra'ad (Ayaat 1- 17): Day 5

سُوْرَۃُ الرَّعد کی تفسیر

اَب ایک اور مثال ذہن میں رکھیئے. وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ اُس میں سے جو تم تپاتے ہو لفظ يُوْقِدُوْنَ کسی چیز کا پگھلانا/میلٹ کرنا عَلَيْهِ فِي النَّارِ اُسکو آگ پر. مُراد ہے جن دھاتوں کو یہ لوگ آگ پر تپاتے ہیں۔ جن کو انگلش میں میٹل کہتے ہیں جب بھی میٹل سے کوئی کام لیا جاتا ہے تو پہلے اس کو پگھلایا جاتا ہے۔ پاکستان میں ایک بہت بڑی مِل ہے پہلے سارا لوہا وہاں پِگھلتا ہے پھر سٹیل بنتا ہے۔ پھر اُس سے مختلف چیزیں بنتی ہیں دھاتوں کو آگ پر کیوں پِگھلاتے ہیں؟

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اُس میں سے زیورات لینے کے لیے حِلْيَةٍ حُلی سے، زیورات، جو خواتین بڑے شوق سے پہنتی ہیں۔ یعنی جب کسی دھات کو پگھلاتے ہیں کہ اس سے زیورات بنائے جائیں اَوْ مَتَاعٍ یا کوئی دوسری چیزیں ہتھیار اور برتن وغیرہ بنانے کے لئے اور سونے سے عموماً زیورات بنتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں کہ جب اس میٹل کو تیز آگ پر پکایا جاتا ہے تو زَبَدٌ مِّثْلُهٗ تو اسی طرح کی جھاگ اُس کے اُوپر بھی آتی ہے۔ مثلاً کبھی بچپن میں آپ نے گُڑ کو پگھلا کر اُس سے گچک بنائی ہو گی۔ جب آپ گُڑ کو ہلکی آنچ پر رکھتے ہیں تو وہ پگھلتا ہے اور اُس کے اُوپر جھاگ سی آجاتی ہے۔ اُس کے اندر کوئی مٹی، کنکر یا کوئی بھی ذرا ہوتا ہے وہ سب اُوپر آجاتا ہے۔ اگر آپ اس کو اُوپر سے اُتاریں تو نیچے سے نتھرا ہوا میٹھا پانی آجاتا ہے۔ پتا کیا چلا کہ جب دھاتوں سے کچھ فائدہ لیا جاتا ہے تو اُسے پگھلایا جاتا ہے۔ سونا جب زیور میں ڈھلتا ہے تو اُس کو پگھلاتے ہیں سونے میں جتنا بھی کھوٹ ہوتا ہے وہ سب اُوپر آجاتا ہے اور جو اصل خاص گولڈ ہوتا ہے وہ نیچے آجاتا ہے۔ کہا اسی طرح؛

كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً‌ ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ‏ ﴿۱۷﴾

اس طرح خدا حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے۔ اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح خدا (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ اَب یہ جو جھاگ تھی دونوں صورتوں میں سمندر کی سطح پر یا پگھلانے کی صورت میں اُوپر آ گئی اُس سے کیا بنا؟ وہ تو خشک ہو کر اُوپر آ گئی جیسے کہا جاتا ہے وفا کے مقابلے میں جفا' جفا کہتے ہیں بے وفائی کو۔ تو جو جھاگ ہوتا ہے وہ بے وفائی کر جاتا ہے۔ کسی کام نہیں آتا وہ تو میل ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا لیکن وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ جو چیز فائدے کی ہوتی ہے وہ تہ میں ٹھہر جاتی ہے۔ تہ میں کیا رہ گیا؟ ایک صورت میں وہ صاف پانی دوسری صورت میں وہ دھات، سونا چاندی پیتل لوہا۔ جو نیچے خالص چیز میں رہ جاتا ہے وہ لوگوں کو فائدہ دیتا ہے كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ اسی طرح اللہ لوگوں کے لیئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ وہ کیسے؟ کہ اس کائنات میں حق کو ہی ثبات ہے۔ وہ ہی بچے گا جو لوگوں کو فائدہ دے گا۔

یہ فطرت کا اصول ہے ہم کھانا کھاتے ہیں اُس میں بہت ساری چیزیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور خراب بھی ہوتی ہیں۔ اس سے پروٹین اور کاربوہائیڈریٹ ملتی ہے اور کھانے کے اندر یورک ایسڈ نکلتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کھانا تو کھائے لیکن اس کے جسم سے ویسٹ / فاضل مادہ نہ نکلے، کیا حال ہو جاتا ہے کہ جب انسان کا پیٹ بوجھل ہو جائے اور وہ فارغ نہ ہو۔

فطرت کا اصول ہے کہ کھانے میں سے جو اچھی چیزیں ہیں وہ ہمارا جسم لے لے گا۔ہڈیاں کیلشم لے لیں گی اور جو چیزیں جہاں ضرورت ہوتی ہیں چلی جاتی ہیں اور جو ایکسٹرا غیر ضروری / خراب چیزیں ہوتی ہیں وہ دن میں دو تین بار خارج ہو جاتی ہیں۔

یہ فطرت کا اصول ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا اصول انسانوں کے ساتھ ہے۔جو لوگ اس دُنیا سے بغیر کوئی کام کیے چلے جاتے ہیں فَیَذۡهَبُ جُفَآءً اُنکو توکل کوئی یاد نہیں کرے گا۔بیکار تھے کیونکہ اپنے لیے جی رہے تھے زیادہ سے زیادہ چند دن اُسکی فیملی اس کو روئے گی۔پھر سب کو صبر آ جائے گا۔لیکن کُچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں حدیث کا مفہوم ہے کہ جب وہ فوت ہوتے ہیں تو زمین کے وہ ٹکڑے بھی روتے ہیں جہاں وہ نیکی کرتے ہیں اور آسمان بھی روتا ہے آگے جا کے پڑھیں گے کہ آسمان روتا ہے۔کُچھ لوگ ایسے ہیں کہ زمین پہ رہتے ہیں تو کائنات اُنکے لیے دُعائیں کرتی ہے۔وہ کون سے لوگ ہیں؟ وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ جو لوگوں کو نفع دیتے ہیں۔

آج لوگوں کے نام دیکھ لیں دین اور دُنیا دونوں کے ناطے سے۔پہلے دین کی بات کر لیتے ہیں حضرت ابراہیمؑ، کیوں اُنکا نام باقی ہے۔انہوں نے لوگوں اور انسانیت کو نفع دیا۔حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک اللہ کا دین پھیلاتے رہے اور حضرت موسیٰ ،عیسیٰ اور سب سے بڑھ کر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ نے زندگیاں لگا دیں۔اسلام کے نام پر اسلئے آج بھی نام باقی ہے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، صحابہ کرامؓ، امام بُخاری۔آپ جانتے ہیں کہ امام بُخاری نے عِلم کے میدان میں کتنی محنت کی ہے؟ اور اسی طرح آئمہ کرامؒ؛ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کیوں لوگ آج بھی اِن سے اتنی مُحبت کرتے ہیں وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ کہ انہوں نے محنتیں کیں۔آج تک کسی نے ابو جہل

کے لیے کسی کو روتا دیکھا ہے؟ فرعون کے نام پہ کیا کوئی دھاڑیں مار کے روتا ہے، کبھی نمرود کے نام سے کوئی خیر نکلتی ہے کیوں اسکی وجہ اللہ نے ہمارے سامنے رکھ دی:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً اس میں ایک پیغام ہے کہ اس سے پہلے کہ تم قبر میں پہنچو اور قبر کی مٹی تمہیں کھا جائے، کُچھ کر جاوَ۔ کوئی بھی درخت اپنا بیج چھوڑنے سے پہلے اس دُنیا سے نہیں جاتا۔ فطرت کا اصول ہے کائنات کی ہر چیز اپنی توفیق کے مطابق کائنات کو سرو کرتی ہے۔ جب تک درخت سایہ دے سکتے ہیں دیتے ہیں۔ جب تک آکسیجن پروڈیوسڈ کر سکتے ہیں کرتے ہیں آہستہ آہستہ اپنے بیج اس طرح چھوڑتے ہیں کہ انکے بعد ان بیجوں سے خیر پیدا ہو سکتی ہے۔

ہم سب اس وقت دُنیا کی سب سے زیادہ بابرکت کتاب پڑھ رہے ہیں۔ اسکو صرف لیکچر نہ سمجھیں۔ اگر کسی جگہ قرآن کلاس نہیں لی تو اس لذت کو محسوس کر کے دیکھیں اب ہم اس وقت سب سے بہترین چیز لے رہے ہیں۔ اس کو سمجھیے کُچھ ایسے علاقے ہیں جہاں بارش نہیں ہوتی مثلاً تھر اور یعنی افریقہ کے علاقے کیونکہ بارش رُکی تو زمین کی سب خوبیاں ختم۔ ہم سب بھی تو ایسے ہی ہیں۔ کیا تھا ہماری زندگی کا مقصد؟ وجہ کیا تھی کہ ہماری زندگی میں وحی الہی نہیں تھی۔ اَب اللہ تعالیٰ نے آپکو پڑھنے کی توفیق دی اور آج آپ تیرھویں پارے کی اس آیت کو پڑھ رہے ہیں وحی الٰہی کا تیرھواں پارا ہے۔ کیا اَب اس کے بعد آپ کے اندر تبدیلیاں نہیں آنی چاہئیں۔ کیا یہ کتاب ہمیں نہیں سکھا رہی کہ ہم زندگی میں کُچھ ایسا کر جائیں جس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔

یاد رکھیے کہ اللہ کی اس دُنیا میں اس شخص اور اُس قوم کو جگہ ملتی ہے جو دُسروں کو فائدہ دیتا ہے مثلاً نیوٹن کو دیکھ لیں کیوں دُنیا اسکو جانتی ہے؟ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ محنتیں کر کے گئے اور جو دُنیا سے ایسے

چلے جاتے ہیں انکو کوئی یاد نہیں کرتا خود سے پوچھئے؟ کہ میری ذات سے دُوسروں کو کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ اور اگر اس کو ایک مسلم کی حیثیت سے تھوڑے چھوٹے سرکل پہ لیا جائے، تو میری ذات سے اللہ کے دین کو کیا فائدہ ہو رہا ہے؟

میں نے ایک دفعہ کسی درس میں کسی سسٹرز سے پوچھا کہ صبح سے آپ نے اللہ کے دین کے لیے کیا کیا؟ تو جواب بِالکل میری امید کے موافق تھا۔ تو سب نے صرف ذاتی عبادات بتائی کہ صبح نماز پڑھی، دعائیں پڑھیں بچوں کو ناشتہ کروایا تو میں نے کہا کہ سسٹرز آپ میرا سوال سمجھی نہیں میرا سوال کیا تھا کہ صبح سے لے کے اَب تک آپ نے دین کو کیا دیا؟ نماز دُعائیں تو آپ نے اپنے لیے پڑھیں۔ کہتیں ہم نے یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کا دین ایسے سمجھیں جیسے کوئی بچہ ہے وہ بیمار ہے ماں کو کیا کرنا ہو گا کہ گود میں لے اور دوا پلائے۔ کبھی دیکھا آپ نے کہ بچہ بڑا بیمار ہے اور آپ کہیں کہ میں دو نفل پڑھ کے آتی ہوں بچے کو بھوک لگی ہے تو آپ کا کیا فرض بنتا ہے کہ بچے کے لیے کچھ کھانے کا انتظام کریں۔ اور آپ کہتی ہیں کہ میں آدھا گھنٹہ ایک وظیفہ نہ کر لوں۔ آج اللہ کا دین ایک نظر انداز کیا ہوا بچہ ہے۔ جب تک ہم اللہ کے دین کو ایک دودھ پیتا بچہ نہیں سمجھیں گے، ہمیں سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ ہم سے اللہ کا دین کیا چاہتا ہے۔ آپ اس بات کی گواہی دیں گی کہ ماں سب سے زیادہ حساس دودھ پیتے بچے کے لیے ہوتی ہے۔ وہ بھولی بھالی لڑکیاں جو ماں کے گھر کبھی بستر سے اُٹھیں ہی نہیں۔ جن کی نیند اتنی پکی ہے، بچے کی تھوڑی سی چوں سے اُٹھ جاتی ہیں۔ اُٹھ اُٹھ کے دیکھتی ہیں کہ اس کو بھوک تو نہیں لگی، اس کے بازو تو میرے نیچے نہیں آگئے۔ کس چیز نے اس لڑکی کو ذمہ دار ماں بنا دیا، بچے کی محبت نے۔ پتلی پتلی بچیاں اتنے موٹے موٹے بچے اُٹھا کے پھرتی ہیں۔

اگر اللہ کے دین کو آپ ایک بچے سے تشبیہ دیں تو سب سے پہلے جو چیز اس دین کو چاہیے وہ پیار ہے، محبت ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب کو انتظار ہوتا ہے کہ میں نانا، ماموں، پھوپھو بن گئی۔ آج ہم نے اس دین کو پیار دینا چھوڑا تو ایسے لگتا ہے neglected kid. آج دین بہت سخت لگنے لگا۔ جن بچوں کو بچپن میں پیار نہیں ملتا وہ بڑے ہو کو ناقابلِ برداشت ہو جاتے ہیں۔

خود سے پوچھیئے، کیا ہمیں اللہ کے دین سے اُتنی ہی محبت ہے جتنی ایک بچے سے ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری چیز کیئر ہے کہ ماں اسکا خیال رکھے۔ بچے گندے ہوتے ہیں، مائیں نہلاتی ہیں، ناخن کاٹتی ہیں، پاؤڈر لگاتی ہیں، کبھی اُنکی نیپی چینج کرتی ہیں۔ کیا اللہ کے دین کے اُوپر آج آپکو گندے دھبے نہیں نظر آتے۔ کوئی آپ کے بچے کو کُچھ کہے تو آپ اسکا دفاع کرتے ہیں۔ تو آج دین کو ہماری طرف سے دِفاع کی بھی ضرورت ہے۔ کیوں آج ہر اُنگلی اسلام کی طرف اٹھتی ہے۔ کیا اسلام اتنا بُرا ہے کہ آپ اسکو ٹیریرزم کہہ دیں۔ کیا اسلام اتنا ناقابلِ برداشت ہے کہ آپ "ہوں" کہہ کر گُزر جائیں۔

تو آج اس دین کو پیار محبت چاہیے سب سے بڑھ کے وقت چاہیے۔ ہم اپنے بچوں کو سب سے بڑھ کے وقت دیتے ہیں۔ سوچ دیتے ہیں، دِل دیتے ہیں۔ ایک مومن کے دِل میں ہر وقت اللہ کا دین ہونا چاہیے۔ مائیں کرتی تو ہر کام ہیں لیکن اُنکا دِل بچے کی طرف اَٹکا ہوتا ہے۔ میرا بچہ میرا بچہ، یہ سوچ رکھ کے اگر آج اللہ کا دین سمجھیں گئے تو پھر کبھی غفلت نہیں ہو گی۔ آپ نیند اور آرام کیوجہ سے اس دین کو نہیں چھوڑیں گے۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ ماں کسی پارٹی میں ایک گھنٹے کے لیے جائے اور چار گھنٹے لگا دے کہ مزا بہت آرہا ہے اور بچہ پیچھے سے رو رو کے بِلک بِلک کے آسمان سر پہ اُٹھا دے۔ یہی کیفیت ایک ایمان والے کی ہوتی ہے کہ وہ کسی جگہ غافل نہیں ہوتا۔ آپ اسکو کسی ماحول میں بھیج دیں یا اسکو

کسی بہترین تفریحی ماحول میں بھیج دیں اسکا دھیان اللہ کی طرف رہتا ہے۔ پھر آپ دیکھیں اللہ آپکو کتنی خیر دیتا ہے۔ یہ دُنیا میل ہے، یہ چلا جائے گا۔ یہ ہاتھوں کا میل ہے چلا جائے گا۔ یہ میل، زبد کیا ہے، یہ ہاتھوں کا مال ہے مَالَ یَمِیلُ مَیلاًوہ چیز جس کی طرف دل جُھکے۔ اردو میں کہتے ہیں میلان۔ مال کو مال اسلیے کہتے ہیں کہ اس کی طرف دل بڑا جھکتا ہے۔ اگر کسی دیہاتی سے واسطہ پڑا ہو تو وہ جانور کو مال ڈنگر بولتے ہیں، کیونکہ اُنکا اپنی بھینسوں میں دل اٹکا رہتا ہے۔

تو جب تک دُنیا سے دل اُٹھ کے اللہ کی طرف نہیں ہو گا بات نہیں بنے گی۔ آپ یہ سب باتیں سُن کے کہیں گے کہ پہلے بھی پتہ تھا۔ آج تو اس آیت نے اور آنکھیں کھول دیں۔ لیکن جو نہی اس آیت پہ عمل کرنے لگیں گے تو مخالفتیں شروع ہو جائیں گی۔ اَب رمضان آرہا ہے پھر وہ ہی شور، ہائے میں بھوکا مر گیا، ہائے گرم روٹی نہیں پکتی۔ یہ کونسا دین ہے جو نہی یہ شور شروع ہوتا ہے ہم ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ کہتے دل تو بڑا کرتا ہے پر کیا کریں مخالفت بڑی ہے اور شُکر کرتے ہیں کہ مخالفت بڑی ہے۔ یہ جُملہ میں نے بڑی دفعہ بولا ہے پھر بول دیتی ہوں کہ بعض لوگوں کی منافقت پابندیوں کی وجہ سے چُھپ جاتی ہے۔ اُن پہ پابندیاں لگتی ہی اس لیے ہیں کہ اُنکا نِفاق نہ کھلے۔ اگر پابندیاں ہٹ بھی جائیں پھر بھی کچھ نہیں کریں گے۔ کچھ لوگ وقت کے رواج پہ بہہ رہے ہوتے ہیں۔ دین کے نام پہ فیشن والا، رواجی دین۔ مثلاً ربیع الاول آئے گا تو ایک بڑا سا میلا دررکھیں گے اور بہت ساری سسٹرز کو بُلا کے نعتیں بھی پڑھیں گے اور کھائیں پیئں گے بھی۔ جب رجب آئے گا تو کونڈے بھر کے کھلا دیں گے۔ شعبان آئے گا تو شب بِرأت کے نام پہ ایک محفل سجالیں گے، رمضان آئے گا تو ٹی وی کو خوب بڑے بڑے پردوں میں چھپا دیں گے۔ اور سارا مہینہ خوب عبادت کریں گے۔ **اس کو رواجی دین کہتے ہیں۔**

لیکن ایک دوسرا دین ہے جسے "شعوری دین" کہتے ہیں۔ جب آپ شعور کے ساتھ دین پہ آتے ہیں تو آپ اُلٹ ہیں۔ کچی لکڑی کو دریا کے رُخ پہ ڈال دیں، چند منٹ میں وہ دور پہنچ جائے گی۔ اور اگر آپ لکڑی کے ٹکڑے کو دریا کے مخالف رُخ چلائیں، یہ مشکل ہے۔ اصل میں جو دین پہ عمل کر رہا ہوتا ہے وہ سوسائٹی سے مختلف چل رہا ہوتا ہے۔ ہمارا رواج ہے کہ اگر کوئی شادی کرنی ہو تو ہم تین مہینے پہلے اور تین مہینے بعد اپنے ذہن کو مصروف رکھتے ہیں۔ لمبی دعوتیں کرتے ہیں، ہر وقت مصروف ہیں۔ گھر بنانا، سجانا ہمارا کلچر ہے۔ سب کر رہے ہیں، ہم بھی کریں گے۔ اگر آپ اس کے اُلٹ بات کرتے ہیں کہ مجھے یہ سب نہیں کرنا تو لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

ایک بچی ہماری کلاس میں تھی۔ اُس کی شادی تھی اور سب اُس کو کہہ رہے تھے کہ اللہ کی بندی ایک چھُٹی کر لو لیکن وہ مسلسل کلاس میں آ رہی تھی۔ میں نے اُسے شادی سے تین دن پہلے کہا کہ دو چھُٹیاں کر لو۔ کہنے لگی اُستاذہ جی مجھے لگتا ہے کہ اگر میں نے کلاس چھوڑ دی تو میری شادی کی برکت ختم ہو جائے گی۔ کہیں میرے شوہر کے دل سے میری محبت کم نہ ہو جائے۔ اور اگلے دن صُبح پھر 30-09 کلاس کے ٹائم پہ وہ آ گئی۔ یہ باتیں ہمیں تب تک سمجھ نہیں آ سکتیں جب تک ہم اسکو اپنی زندگی کا حصہ نہ بنائیں۔ پھر وہ خوشیوں کی گواہیاں دیتی ہیں تو میں اُنہیں کہتی ہوں، یہ آپ کے ماں باپ نہیں دے سکتے تھے یہ اللہ کی کتاب سے جُڑنے کا نتیجہ ہے۔ لوگوں سے پیار، خوشی سب اللہ دیتا ہے۔ آپ کی دنیاوی مصروفیت سے ایک نماز چھُٹ جائے تو کاموں میں کیا برکت رہے گی۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اہل و عیال، گھر والے، بیوی، بچے، مال سب تباہ ہو جائے، یہ کم نقصان ہے اگر کسی کی عصر کی نماز چھُٹ جائے۔ کہاں دیر کر کے مغرب کے ساتھ پڑھیں۔

ہم اللہ سے وہی لیں گے جو ہم مانگیں گے۔ خوشی صرف اللہ دیتا ہے۔ آپ اپنے اسباب استعمال کر لیں، کوئی ہم سے خوش نہیں ہوگا اگر اللہ خوش نہیں ہے۔ خاص طور پر ہم جو نیا نیا قرآن سیکھ رہے ہیں یہ نئے ایمان کے تحفے ہیں۔ اس کتاب کو پہلی دفعہ پڑھتے ہوئے جو اندر ہلچل آتی ہے وہ دوبارہ نہیں آتی۔ نیا ایمان گرم کر دیتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ جو ریورٹڈ/ Reverted مسلمان ہوتے ہیں وہ کس طرح چیزوں کو ڈھونڈتے ہیں اور جس کے نئے ایمان میں ہی جوش نہیں ہے، وہ کل کیا کرے گا۔

سورۃ مائدہ میں آپ پڑھ چُکے ہیں کہ تم پیدائشی مسلمانوں میں سے جو دین کو چھوڑتا ہے، شوق سے چھوڑے، اللہ کو کوئی پرواہ نہیں۔ وہ ایک ایسی قوم لے آئے گا، وہ اللہ کے دین سے پیار کریں گے اللہ اُن سے پیار کرے گا۔ کیا آج مسلمان کی حالت دیکھ کے لگتا ہے کہ اللہ کو مسلمانوں سے پیار ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ اتنا ناراض ہوگا کہ نیک بھی دعائیں مانگیں گے تو اللہ اُنکی دعائیں قبول نہیں کرے گا۔ آج حرم میں کتنی دعائیں کی جاتی ہیں۔ رمضان میں تراویح میں امامِ کعبہ رورو کے دعائیں مانگیں گے لیکن مسلمانوں کو کہاں لگ رہی ہیں۔ اللہ اُنکو اجر دے گا۔ اُس وقت تک دعائیں قبول نہیں ہوتی جب تک خود نہیں تڑپیں گے۔

جہاں اسلام نیا نیا آیا تھا اُسکو سوچ لیں۔ اللہ کے نبیؐ پہلے مسلمان، اور آپ سورۃ بقرہ کی آخری آیتوں میں کیا پڑھ چکے ہیں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" رسول پہلے ایمان لاتے ہیں۔ نبیؐ پہلے مسلم، پھر حضرت خدیجہؓ، ورقہ بن نوفل، ابوبکر صدیقؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبدُاللہ ابنِ مسعود اور اسی طرح سلسلہ چلتا گیا۔ شروع میں بہت تھوڑے مسلمان تھے۔ شروع کا اسلام ندی نالے کی طرح تھا۔ ابھی سمندر نہیں بنا تھا۔ اور ندی نالوں کو خود راستے بنانے پڑتے ہیں۔ مسلسل پانی پڑنے سے پتھر چکنے ہو جاتے ہیں۔ ہم وہاں سے سیپ

، موتی لیتے ہیں۔ آپ لوگوں سے سخت ہو کے ملتے ہیں، آپ اُن سے نرم ہو جائیں وہ آپ سے شوق سے ملیں گے۔ نیا ایمان والا راستہ نہیں دیکھتا اور یہ یوتھ کا ایمان ہوتا ہے۔ جو ان کے اندر قرآن سُن کے جوش آتا ہے، ایسی تبدیلی آتی ہے کہ اُنہیں کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ معاشرہ راستہ نہیں دیتا تو ٹکراتے ہیں، راستہ نہیں بدلتے۔ تازہ ایمان سے کوئی کام کر جائیں اور جو کر جاتے ہیں وہ جب پیچھے مُڑ کے دیکھتے ہیں ہیں تو اُنہیں یقین نہیں آتا کہ یہ سب میں نے کیا۔ یہ اللہ نے مجھ سے کروالیا۔ ایک مومن اپنے جوش کے ساتھ بڑے بڑے پتھروں کو چکنا کر دیتا ہے۔ ایمان بہت قیمتی ہوتا ہے۔ اسکو ضائع کر دیا تو خود ضائع ہو جائیں گے۔ جذبات کے ساتھ ایک انسان بچے کو دنیا میں لانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا میں اسلام پھیلانے کا کام جذبات سے نہ ہو۔

شرط ایک ہے، کرتے جائیں۔ رہی مخالفتیں تو یہ ایک جھاگ ہے، چند دن میں بیٹھ جائے گا۔ مخالفتوں کی جھاگ کو مٹانے کا طریقہ، ایک مضبوط ہاتھ چاہیئے۔ کل کے مخالف آج کے معاون، ساتھی، دوست بنیں گے۔ جیسے پتھر ٹوٹتے ہیں تو اُس کے ذرے پھر پانی میں ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ جب پانی ڈھلتا ہے تو وہاں مٹی کا ڈھیر ہوتا ہے، یہ زمین کو ذرخیز کرتا ہے۔ آپ اپنے اردگرد کے مخالفوں کو پیار سے اس طرح توڑیں کہ کل وہ آپ کے لیئے انرجی بن جائیں۔ ہم نے اُنکو اپنا بنانا ہے۔ پھر اُن کے ذرے پانی میں آئیں گے، پھر فائدہ ہوگا۔

ایک بڑی خوبصورت چیز ہے اگر آپ نے جیوگرافی کو تھوڑی سی سٹڈی کی ہو تو آپ کو پتا ہے کہ دریا کے تین حصے ہوتے ہیں اِس کو ایمان کے ساتھ سمجھیں ایک جو حِصہ ہوتا ہے وہ اُوپر کی طرف ہوتا ہے ایک درمیان میں ہوتا ہے اور ایک سب سے آخر میں۔ اسی طرح جب تھوڑا سا بندے میں ایمان

آتا ہے تو ہم نیر و ہوتے ہیں سخت، تھوڑا سا تنگ ذہن، یہ بھی حرام یہ بھی غلط، ہمارے اندر گہرائی نہیں آتی۔اُس وقت لوگ ہمیں راستہ نہیں دے رہے ہوتے۔اِس لیے ہمارا راستہ تنگ ہوتا ہے اور جو شُروع کا ایمان مُخالفتوں کو توڑنے والا ہوتا ہے اِس کے بعد اگر آپ اپنے ایمان پہ جم جائیں تو آپ درمیانے درجے میں آ گئے۔اِنسان کو جب نیا نیا دین ملتا ہے تو جوش آتا ہے بعد میں تھوڑا ٹھہراؤ آنے لگتا ہے، جذب کرتے ہیں۔شُروع میں نئے نئے مسئلے دین کے سمجھ میں آنے لگتے ہیں کہتے ہیں کہ سب کُچھ ہی غلط ہے، نماز بھی غلط ہے، طریقہ بھی ٹھیک نہیں تھا۔جب نئی نئی تجوید سیکھنی شروع کریں کبھی کیا ہوتا ہے آپ کو لگتا ہے کہ میں تو قُرآن ہی غلط پڑھتی ہوں اس کو پڑھنا ہی چھوڑ دوں۔پھر سال چھ مہینے پڑھتے جاتے ہیں، تھوڑا ٹھہراؤ آتا ہے، کہ نہیں میں کوشش تو کر رہی ہوں۔

اسی طرح جب ایمان میں ٹھہراؤ آتا ہے تو پھر باہر کی مُخالفت کم ہونے لگتی ہے لیکن اندر جذب ہوتا ہے۔پھر ہیجان کم ہوتا ہے اور گہرائی پیدا ہوتی ہے اور جتنا آپ آگے جائیں گے، جتنا آپ نیچے جائیں گے اتنی مٹی زرخیر ہو گی اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ تجربے کی مٹی انسان کے اندر شامل ہوتی ہے؟

اسی طرح یوتھ کی مثال دریا کا بالکل فرسٹ کورس ہے۔جذبات، جوش مخالفتیں، پتھروں سے ٹکرا رہے ہیں،

جو لوگ تھوڑے سے درمیانی عمر میں ہیں یا تھوڑا سا ایمان جذب کر چکے ہوتے ہیں وہ سمجھوتہ کرتے ہیں،

لیکن جو پُرانا ایمان ہوتا ہے جس کو کہیں گے کہ ایمان آپ کے دِل دماغ کا حصہ بن جاتا ہے اصل وہ دولت ہے۔

جیسے گاڑی کا انجن ہوتا ہے اسی طرح یوتھ سوسائٹی کا انجن ہے۔ جس گاڑی کا انجن مضبوط ہو گا وہ گاڑی تیز بھاگے گی۔ اور اسی طرح انجن گرم بھی جلد ہوتا ہے، اور یوتھ بھی بات بات پہ غصہ میں آجاتی ہے۔ بڑے بوڑھے گاڑی کی سیٹس کی طرح ہیں۔ آپکو نرم، آرام دہ پُر سکون سیٹس چاہیئے ہوتی ہیں۔ کسی بھی جگہ اگر آپ نے دین کا کام کرنا ہے تو اُس کا بہترین اصول کیا ہے کہ جو بوڑھے لوگ ہیں اُن کو گاڑی کی سیٹیں بنا کے اُن کو کہیں کہ آپ لوگوں کو آرام، سکون دیں۔ بچے بعض دفعہ جوش میں آکر وہ فیصلے کر دیتے ہیں جو نہیں کرنے چاہیئں۔ جذباتی ہو جاتے ہیں کوئی، نیگیٹو جُملہ بول دیا پکڑے گئے ؟ یا پھر ایسا فیصلہ کر دیا جو ماں باپ کے لیے قابلِ برداشت بھی نہیں۔ تو ماں باپ کو پیچھے سے تھوڑی سی تسلی دینے والا ہوتا ہے۔ ولولہ بچوں میں ہو تو ماں باپ کنٹرول والے بنیں، نہیں تو بعض دفعہ بچے اپنا رُخ غلط کر دیں گے۔ جب گاڑی کا سٹیرنگ اور انجن بڑے لوگوں کو دے دیں تو پھر وہ ہو گا جو آج کل ہو رہا ہے۔ سمجھوتے والا دین، ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ دین کے کام تب ہوں گے جب یوتھ اپنی ذِمے داریاں سمجھے گی۔

اللہ کے نبیؐ کی مثالیں اپ کے سامنے ہیں سب آپ سے جوان تھے۔ آپ پہ چھوٹی عُمر کے لوگ ایمان لائے اور باپ دُشمن تھے۔ عبدُاللہ بن اُبی مُنافقین کا سردار اور اُس کا بیٹا عبدُاللہ سچا مُسلمان تھا۔ ابو جہل جاہلوں کا باپ اور عکرمہ اُن کا بیٹا، اِسلام کا دُوست۔ تو یہ دین کا مِزاج سمجھ آتا ہے کہ جب ہم دین کو خوبصورت رُخ میں رکھتے ہیں، دونوں کو ساتھ لے کے چلیں۔

یہ ٹیم ورک ہوتا ہے۔ کچھ کام بڑے لوگ اچھے کرتے ہیں اور کچھ کام چھوٹے لوگ اچھے کرتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں۔ آپ نے دین ایک گاڑی بنانی ہے اور گاڑی میں ہر پُرزہ چاہیئے۔ آپ

پہلے چیک کریں کہ میں خُود کیا کر سکتی ہوں، میری کیا صلاحیت ہے۔ اللہ نے ہر ایک کو صلاحیت دی ہوئی ہے۔ ہم نے دھاتوں کی مثال لی۔ زیور سونے سے بنتے ہیں۔ کبھی آپ نے سونے کے چمچے دیکھے، یا سونے کی ہانڈیاں دیکھی۔ اِس کا مطلب کہ کُچھ لوگوں کو اللہ نے ظاہری طور پہ بڑی خُوبصورتی دی ہوتی ہے۔ اللہ نے آپکو خوبصورت شکل دی، تو کیا آپ اِس کو دین کے لئے استعمال نہیں کریں گے۔ اِسکو دین کے لئے اِستعمال کریں اگر لوگ مہندی کے جوڑے پہن کر تھال سجا سکتے ہیں تو آپ اگر اچھا جوڑا پہن کے دین کا کام کرتے ہیں تو کئی لوگ صرف آپ کے اچھے کپڑوں کی وجہ سے مُتاثر ہو کے وہاں آ کے بیٹھ جائیں گے کہ چلیں یہ اچھے کپڑے پہننے سے تو نہیں روکتی نا، لیکن آپ اپنے آپ کو دین میں لگائیں۔ حدیث میں اتا ہے؟ اَلنَّاسُ کَلمَادِ، لوگ دھاتوں کی طرح ہیں۔ کچھ لوگوں کو اللہ نے واجبی سی شکل دی ہے لیکن بہت مضبوط ہیں۔ سمجھیں لوہا ہیں۔ لوہے سے آپ ہتھیار بنائیں، برتن بنائیں۔ ہر ایک سے اُس کی صلاحیت کا پوچھا جائے گا۔ کیا کر سکتے تھے، کیا کیا؟ اِسلام چاہتا ہے کہ ہم پہلے خُود کو پہچانیں۔ مَا رَک نَفسَ، جو اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے بعض دفعہ وہ رَب تک بھی پہنچ جاتا ہے اِس کو آپ کہتے ہیں خود شناسی۔ تین لفظ لکھ لیں۔

(1) خُود شناسی

(2) خُود پرستی

(3) خُود کُشی

خود شناسی کیا ہے، خود کو پہچاننا۔ آپ خود کو پہچانیں کہ میں کیا ہوں؟ میں اچھا لکھ سکتی، ہوں اچھا لکھنا شروع کر دیں۔ میں اچھا بول سکتی ہوں، اچھا بولنا شُروع کر دیں۔ جِس طرح جِسم میں ہاتھ کان مختلف کام کرتے ہیں اِسی طرح دین کو سب چیزوں کی ضرورت ہے۔

دوسری چیز ہے خُود پرستی۔ یہ تو اپنے اندر سے بالکل نکال دیں۔ میرے بغیر تو کام ہو ہی نہیں سکتا جو مُجھے آتا ہے وہ تو کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اِسلام نہ تو خُود پرستی سکھاتا ہے اور نہ خُود کُشی۔

خود کشی کیا ہے خود کو ہی ختم کر دیں۔ آپ اپنے آپ کو کُچھ نہ سمجھیں۔ اِسلام کو بھی خوبصورتی کی ضرورت ہے۔ اُس کو بھی اچھے گھروں کی ضرورت ہے۔ اللہ نے آپ کو اچھا گھر دیا ہے، اللہ کی نعمت ہے۔ اب اچھا گھر ہو تو وہاں جا کر بیٹھنے کا بڑا مزہ آتا ہے۔ کسی کہ بکھرے ٹیڑھے میڑھے گھر سے ہو کر آئیں، طبیت ہی اُلجھ جاتی ہے۔ سکون نہیں ملے گا۔ اس لیے تو لوگ بڑے بڑے ہوٹل میں میٹنگ رکھتے ہیں کیونکہ وہاں ماحول بڑا اچھا ہوتا ہے۔ اب اللہ نے آپ کو اچھا گھر دیا ہے اپنے اِس گھر کو دین کے لیے استعمال میں لایئے۔ اپنی دوستوں کو وہاں بُلائیں۔ کیا آج اگر اللہ نے ہمیں کوئی خوبصورتی دی تو ہم اِس پہ دُکھی ہیں، پریشان ہیں۔ آج ہم نے اسلام کے ساتھ خوبصورتی کو بالکل پیچھے کر دیا۔ ایسے کچھ لوگوں کو اللہ نے معاشرے میں اعلیٰ مقام دیا۔ ماشاءاللہ۔ لوگ اُن سے متاثر ہوتے ہیں۔ لوگ آپ کی بات سُنتے ہیں جیسے ثُمامہ تھا، یومامہ کا حاکم، اُس کی ایک قول پر لوگوں نے مکہ والوں کو اناج دینا بند کر دیا۔ تو اگر آپ میں اس طرح کی سکیلز / خوبیاں ور صلاحیتیں ہیں، تو بِسم اللہ کریں۔

لوہا زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کسی بھی بِلڈنگ کی بُنیادوں میں لوہا ڈلتا ہے۔ کبھی بُنیادوں میں شیشہ نہیں دیکھیں گے، آپ کبھی سونا نہیں دیکھیں گے۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ میرے اندر کوئی ایسی خوبصورتی نہیں ڈلی،

تو آپ اپنے کو لوہے کی طرح بُنیادوں میں ڈال لیں۔ آپ کُچھ اینٹیں اپنی بنائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کُچھ اینٹیں نظر آتی ہیں بِلڈنگ میں اور کُچھ نہیں آتی۔ تو کیا جو نظر آتی ہیں اُن کا زیادہ مُقام ہے۔ آپ اِس ہوٹل کے فرنٹ پہ اگر پتھر لگا دیکھیں، اِن کی مرضی ہے سال دو سال بعد اِس کو بدل دیں دوسرے رنگ کا پتھر لگا لیں۔ مُمکِن ہے۔ فنشنگ میں پُرانی چیزیں نکل جاتی ہیں۔ لیکن جو چیز اِس بِلڈنگ سے نہیں نکلے گی وہ اِس کی بُنیادیں ہیں۔۔ توسب سے بہترین کام دین کے کاموں میں، آپ اُس کام کی بُنیاد بن جائیں۔

ایک بات بڑے پیار سے کہوں گی کہ کسی بھی جگہ جب بھی دین کا میسج جاتا ہے تو پہلا گروہ جو ہوتا ہے تو وہ بُنیادیں ہوتا ہے۔ اپنے دل میں فیصلہ کریں۔ کسی کو بہت زیادہ ٹوکنا نہیں چاہیئے۔ بس دیکھیں کہ اِس کی ہمت ہی اتنی ہے۔ اُس سے نظریں ہٹا کر دوسری جگہ پہ ڈالنی شُروع کر دیں۔ یہ بھی بہت ہے، کوئی ضروری نہیں کہ ہم دین کی بہت بڑی عمارتیں بنا لیں۔ عمارت سے مُراد میں سکُول کی بِلڈنگ نہیں کہہ رہی۔ یہ تو سب سے چھوٹی چیز ہوتی ہے، یہ کیا بڑی بات ہے۔ وہ ہاتھ جو اس بِلڈنگ کو سنبھالنے والے، اُس مقصد میں چلنے والے جِن کا ھَم اور غم دین ہو وہ بن جائیں۔ جب وہ تیار ہو جاتی ہے تو اللہ تحفے میں اور انعام میں بِلڈنگز پکڑا دیتا ہے۔ وَاللہِ اس میں کوئی مُبالغہ نہیں کر رہی۔ ہم مُسلمان بڑے بڑے مُلکوں کی حکومت لینے سے خُود اللہ سے رُکے ہوئے ہیں۔ آج لوگ کہتے ہیں فلاں مُلک تباہ ہو جائے۔ ہو گیا، پھر کیا کرینگے؟

کیا آج مُسلمانوں میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ اُنکا سارا اٹامک پروگرام سنبھال سکیں۔ سارے کافر مر گئے تو دُنیا بھی ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ مُسلمانوں میں آج اتنی طاقت نہیں۔ اس بات کی فکر کریں کہ کیا

میرے اندر وہ صلاحیتیں ہیں جو میں کسی کام میں لے آوں۔ دین کا کام اللہ خود کر والیتا ہے۔ اللہ دیتا ہے آپ کے ہاتھ میں تو ہے ہی کچھ نہیں۔ آپ نے اللہ کو دِکھانا ہے کہ ہم اس کے مستحق ہیں۔ اگر آپ نہیں کر سکتے پھر بھی خیر ہے۔ فرائض کی سطح پہ نمازیں تو ٹھیک ہو گئی ہیں۔ لیکن جو اپنا خون جلائے گا اور جو اپنے آپ کو اِس کام میں کھپائے گا اللہ اُس سے بہت کام لے گا آپ ہر روز ایک دُعا مانگتے ہیں

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ‏﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ﴿﴾

ہم کو سیدھے رستے چلا﴿۵﴾ ان لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔ کبھی آپ نے یہ دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ راستہ نہیں مجھے اُن لوگوں کے پلو پکڑا دے۔ صِراط کے لفظ کو کاٹ کے دُعا پڑھیے اِهدِنَا الصِّرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ۔ آج ہم مُسلمانوں یہ کا ڈاؤن فال ہے۔ ہم نیک لوگوں کا پلو پکڑنا چاہتے ہیں۔ آپ کے طُفیل ہم بخشے جائیں گے۔ نہیں، اللہ کہتا ہے جِس صراط کے رستے پہ وہ چلے ہیں تُم بھی چلو جب ہم نیک لوگوں کی زندگی میں تھوڑا سا جھانکتے ہیں، تو مجھے ایک جُملہ سمجھ آیا کہ انعام والے لوگوں کی زندگی روٹین لائف نہیں ہوتی، وہ معاشرے سے بالکل اُلٹ زندگی بسر کرتے ہیں۔

حضرت ابراھیمؑ کو دیکھ لیجیے بڑھاپے میں اپنی بیوی بچے کو کہاں اللہ کا گھر آباد کرنے کے لیے چھوڑ کے آرہے ہیں۔ کیا یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے۔ اتنے بڑھاپے میں ملا ہوا بچہ، اور اُس کو چھوڑ کے آرہے ہیں کیونکہ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ﴿﴾ بالکل اُلٹ راستہ ہے۔ یہ سارے نہیں کر سکتے۔ اس لیے اللہ وہ تھوڑی سی جنّت ایک بنائی ہوئی ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب بھی اللہ سے مانگو تو جنتُ الفِردوس مانگو کیونکہ اُسکی چھت رَحمان کا عرش ہے؟ کیوں بی بی آسیہ نے کہا تھا کہ رُبّبنِی لِی عِندَکَ بَیت فَی الجَنّہ اللہ مُجھے جنت میں اپنے پاس ہی گھر دینا کیونکہ دُنیا میں تو بہت دیر میں نے برداشت کی جُدائی

اب میں جنت میں جا کے نہیں آپ سے جُدائی برداشت کر سکتی۔اِس کے لیے بڑے منصوبے، بڑے ارادے۔

نگہاں دراز، سُخن دل نواز، جاں پُر سوز ۔۔ یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

علامہ اقبال کہتے ہیں ایک لیڈر کی خُوبیاں کیا ہوتی ہیں کے اُس کی نگاہ بڑی بُلند ہوتی ہے۔بہت اُونچے منصوبے بناتا ہے اور بہترین خواب دیکھتا ہے۔دین کے کاموں میں ایک dynamism(اُونچے ارادے)ہوتا ہے۔یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آج کیا پکانا ہے، کل کیا پکانا ہے۔آپ دین کا کام کریں آپ کو سب سے بیسٹ کھانے ملیں گے۔اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دِل کھول دے جتنا آپ اللہ کے لیے کُچھ کریں گی اللہ آپ کو اُتنے زیادہ مواقع دے گا(آمین)